Globethics Repository

Islam ka Tasawwur milkiyyat (Islamic concept of ownership) PART 1

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-07-08 16:42:12
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/188555

اسلام کا تصوّرِ ملکیت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

اِسلام کا تصوّرِ ملکیت

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز
365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 042-111-140-140
یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 042-7237695
www.Minhaj.org - sales@Minhaj.org

www.MinhajBooks.com
منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَی الدَّارَیْنِ مِنْ یَدِهٖ

اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰی مِنْ خَیْرِ مُسْتَلَمِ

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔۱) ۴-۱-۴/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/ ۹۷۰-۲۳-۷۔، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷۔ این۔ا / اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت / اِنتظامیہ ۶۳-۶۱-۸۰ / ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

www.MinhajBooks.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اِسلام کا تصوّرِ ملکیت
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	ڈاکٹر کرامت اللہ
تخریج	:	حسنین عباس
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	مارچ 2008ء
تعداد	:	1,100
قیمت اِمپورٹڈ کاغذ	:	120/- روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور ریکارڈ شدہ خطبات و دروس کے کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

فہرس

عنوانات	صفحہ
❁ پیش لفظ	۱۱
باب اوّل	
اسلام کا تصورِ ’’مال‘‘	۱۳
لغوی معنی	۱۶
اسلامی تصورِ مال	۱۹
۱۔ تمام مال ملکیتِ الٰہیہ ہے	۱۹
۲۔ انسان مال کا امین ہے	۲۱
۳۔ اکتسابِ مال	۲۱
۴۔ اکتسابِ مال کے مقاصد	۲۶
۵۔ اکتسابِ مال کا طریقۂ کار	۲۸
۶۔ صرفِ مال	۳۰
۷۔ بخل اور اِسراف وتبذیر سے اِجتناب	۳۷
۸۔ اِقتصاد و اِعتدال کا حکم	۴۱

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

صفحہ	عنوانات
۴۳	۹۔ مال کی پس اندازی
۴۷	۱۰۔ مال ذریعہ ہے منزل نہیں
۴۹	۱۱۔ ضیاع مال کی ممانعت
۵۱	بحث کا خلاصہ
	باب دُوُم
۵۳	اِسلام کا تصورِ ملکیت
۵۵	معاشی مسئلہ
۵۷	معاشی مسئلہ کی سہ جہتی اہمیت
۵۸	تصورِ ملکیت
۶۰	۱۔ ملکیت کی لغوی تحقیق
۶۱	۲۔ مفہومِ ملکیت
۶۱	۳۔ ملکیت کی تعریف
۶۱	۴۔ مالک اور ملکیت میں افادیت کا پہلو
۶۴	۵۔ بالقوہ افادیت اور بالفعل افادیت
۶۵	۶۔ علّتِ ملکیت

عنوانات	صفحہ
۷۔حقِ انتفاع کی حقیقت	٦۷
۸۔حقِ تملک کی حقیقت	۷۰
(۱) حقِ تملک قرآن مجید کی روشنی میں	۷۰
(۲) حقِ تملّک احادیث کی روشنی میں	۷۳
(۳) حقِ تملّک: فقہ اسلامی میں	۷۴
۹۔ انفرادی حقِ ملکیت	۷۵
۱۰۔حقِ ملکیت کی صحت و مشروعیت کی شرائط	۷٦
۱۱۔زائد از ضرورت مال کی شرعی حیثیت	۸۰
۱۲۔حقِ تملّک اور حقِ انتفاع میں فرق	۸۱
۱۳۔ ارتکازِ دولت کی حیثیت	۹۱
تحدیدِ ملکیت	۹۳
تحدیدِ ملکیت کے منافی نقطہ نظر رکھنے والوں کے دلائل اور ان کا رد	۹۵
بحث کا ماحصل	۱۱۱

عنوانات	صفحہ
بابِ سوُم	
اِنفاق فی المال	۱۱۳
معنی اور حقیقتِ موضوع	۱۱۵
قرآن مجید اور حدیثِ مبارکہ میں انفاق فی المال کا حکم	۱۱۵
حکمِ انفاق کی دو سطحیں	۱۲۵
اِنفاقِ واجبہ اور اِنفاقِ نافلہ میں اِمتیاز	۱۲۹
نصابِ انفاق اور حدِ انفاق کا مسئلہ	۱۳۰
اِنفاق اصلاً نصاب سے ماوراء ہے	۱۳۱
انفاق اصلاً تحدید سے ماوراء ہے	۱۳۳
انفاق میں غناءِ مال اور غناءِ نفس کا امتیاز	۱۳۸
انفاق فی المال کی مختلف جہات	۱۴۰
۱۔عملِ انفاق تزکیۂ مال کا باعث ہے	۱۴۲
۲۔عملِ اِنفاق تزکیۂ نفس کا باعث ہے	۱۴۴
۳۔’’اِنفاق فی المال ہی برّ وتقویٰ کی اساس ہے	۱۴۵
حصولِ بر کے لئے عملِ انفاق	۱۴۶

صفحہ	عنوانات
۱۴۸	سورۃ البقرۃ میں متقین کی تعریف
۱۵۰	۴۔عملِ انفاق اجابتِ دعا کا باعث ہے
۱۵۴	۵۔عملِ انفاق تصدیقِ دین ہے اور ترکِ انفاق تکذیبِ دین
۱۵۸	۶۔سورۃ الماعون اور حقیقتِ انفاق
۱۶۳	۷۔معاشی بحالی کی جدوجہد ہی روحِ نماز ہے
۱۶۷	۸۔غرباء کے معاشی حقوق کی ادائیگی اصل دینداری ہے
۱۷۰	۹۔عملِ انفاق ہی رضائے الٰہی کی حقیقی اساس ہے
۱۷۲	۱۰۔انفاق فی المال کے معاشی ثمرات
۱۷۵	❁ مآخذ ومراجع

www.MinhajBooks.com

پیش لفظ

اسلام انسانیت کے لیے فلاح اور نفع بخشی کا دین ہے۔ اسلام نے زندگی کے ہر میدان میں استحصال کی ہر شکل کی نفی کی ہے اور انسانی معاشرے کے لئے معیشت کو استحصال سے پاک اور نفع بخشی کی بنیادوں پر استوار کیا ہے۔ کسی بھی نظامِ معیشت میں مال اور ملکیت کا تصور مرکزی اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ اس سے کسی بھی معاشی نظام کے خد و خال تشکیل پاتے ہیں۔ اسلام نے اللہ تعالیٰ کے لئے ہر نوعیت کے اقتدارِ اعلیٰ کا تصور دیتے ہوئے زمین پر انسان کو اللہ کا خلیفہ اور نائب قرار دیا ہے۔ معیشت کے میدان میں امانت کا تصور عطا کرتے ہوئے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہر چیز کا مالک اللہ ہے اور انسان کو اَموالِ معیشت پر محض نیابتاً حقِ تصرف حاصل ہے جسے وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ قواعد و ضوابط کی روشنی میں ہی استعمال کرسکتا ہے۔ امانت اور نیابت کے تصور سے جنم لینے والے اصولِ ملکیت نے اسلام کے نظامِ معیشت میں استحصال کی ہر شکل کی نفی کردی ہے جس سے ایک حقیقی فلاحی ریاست کے قیام کی بنیاد میسر آتی ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی زیر نظر تصنیف ’’اِسلام کا تصوّرِ ملکیت‘‘ میں اسلام کے تصورِ مال اور تصورِ ملکیت کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اِسلام کے تصورِ مال کی توضیح کرتے ہوئے اسلام کے بنیادی مصادر کی روشنی میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ تمام اَموال کا مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور انسان صرف اس کا امین ہے۔ گو انسان کو مال کے اکتساب، ملکیت اور تصرف کا حق دیا گیا ہے مگر یہ حق مطلق نوعیت کا نہیں بلکہ ان قواعد و ضوابط کا پابند ہے جو مالکِ حقیقی نے عطا کیا۔ لٰہذا جب بھی حقِ ملکیت یا حقِ تصرف کو رُو بہ عمل لایا جائے گا تو اس میں اقتصاد و اعتدال کا لحاظ سرِ فہرست ہوگا۔ اسی طرح بخل اور اَسراف و تبذیر سے اجتناب اور معاشرے کے لئے نفع

بخشی اور فیض رسانی کا لحاظ بھی حقِ ملکیت اور حقِ تصرف کو استعمال کرتے ہوئے پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔ اسی نکتے کی توضیح ''انفاق فی المال'' کے عنوان کے تحت کی گئی ہے اور اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ انفاق فی المال ایک نفلی عمل نہیں بلکہ قرآن وسنت کی بنیادی تعلیم اور شریعت کا بنیادی تقاضا ہے جس کے بغیر عقائد، عبادات اور شریعت کی تمام تعلیمات کے اندر روح باقی نہیں رہتی، حتیٰ کہ انفاق کے انکار کو تکذیبِ دین تک قرار دیا گیا ہے۔ الغرض شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زیرِ نظر تصنیف اِسلامی معاشی نظام کے بنیادی اَفکار کے ابلاغ اور معاشرے میں ان کے فروغ کا مؤثر وسیلہ ثابت ہوگی۔

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

ناظم تحقیق، تحریک منہاج القرآن

۱۱ مارچ، ۲۰۰۸ء

www.MinhajBooks.com

بابِ اوّل

وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللهِ الَّذِىْٓ اٰتٰـكُمْ

(النور، ۲۴: ۳۳)

اِسلام کا تصورِ ’’مال‘‘

www.MinhajBooks.com

معاشیات، مال، وسائل و ذرائع مال اور مال کے خرچ ہونے کی مدات کے مطالعے کا نام ہے۔ سو جملہ معاشی مباحث اُس وقت ہی مکمل ہو سکتے ہیں جب مال کی ماہیت، تخلیق اور افرادِ معاشرہ کے ساتھ اس کے تعلق یعنی ملکیت کی نوعیت اور اس مال کے خرچ کرنے کی مدات اور قواعد و ضوابط کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے۔ کسی بھی نظامِ معیشت میں تصورِ مال، تصورِ ملکیت اور مال کو خرچ کرنے کے قواعد و ضوابط ہی اُس نظام معیشت کی جہت، مزاج اور نوعیت کا تعین کرتے ہیں۔ اسلام کا عطا کردہ نظامِ معیشت جن امتیازات کا حامل ہے اور جن بنیادی اسباب کے باعث دیگر نظام ہائے معیشت سے مختلف ہے اُس کا بنیادی نکتہ اِسلام کے عطا کردہ تصورِ مال اور تصورِ ملکیت کا فرق ہے، جس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کے ہر نظامِ معیشت میں صاحبِ مال اپنے مال کے تصرف میں کلیتًا آزاد ہے چاہے وہ فرد ہو یا ریاست، جبکہ اسلام کے عطا کردہ نظامِ معیشت کے اندر کوئی بھی صاحبِ مال، ملکیت کا حق رکھنے کے باوجود اپنے مال کو خرچ کرنے میں مطلقًا آزاد نہیں ہے بلکہ اُسے اُن قواعد و ضوابط کی پابندی لازمًا کرنی ہے جو اللہ رب العزت نے مالکِ حقیقی ہوتے ہوئے انسان کو بطور نائب یا امین کے عطا کیے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ قرآن حکیم نے جا بجا انفاق فی المال کو عقائد اور عبادات کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے دین کی ایک بنیادی ضرورت قرار دیا ہے اور اس کا اتنا زیادہ تکرار کیا گیا ہے کہ اسلام کی طرف سے عائد کیے گئے مالیاتی فرائض اور احکام سے بھی کئی گنا زیادہ مرتبہ انفاق فی المال کی ترغیب دی گئی ہے۔ جسے قرآن و سنت کی روح کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی بھی طور ایک نفلی عمل قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اسلامی معاشرے کی تشکیل و تعمیر کا ایک بنیادی تقاضہ قرار پاتا ہے۔ اس کتاب میں ہم اسلامی نظام معیشت کو سمجھنے کی خاطر انہیں بنیادی تین تصورات یعنی تصور مال، تصور ملکیت اور انفاق فی المال سے بحث کریں گے۔

لغوی معنی

مال کے لغوی معنی جھکنے، ایک طرف مڑ جانے اور خم کھانے کے ہیں، علاوہ ازیں یہ لفظ کئی اور مفاہیم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ لفظ مال کی تعریف کرتے ہوئے امام راغب الاصفہانی (م ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں:

العدول عن الوسط إلى أحد الجانبين والمال سُمّي بذلک.(۱)

''وسط سے ایک جانب کو مڑ جانا اور (مال) کو مال بھی اسی وجہ سے کہتے ہیں۔''

۲۔ مال کی تعریف عام طور پر فقہاء کرام نے ان الفاظ میں کی ہے:

المال: ما يميل إليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة والمالية تثبت بتمول الناس كافة أو بعضهم.(۲)

''مال وہ چیز ہے جس کی طرف انسانی طبیعت مائل ہو اور اس کا مشکل وقت کے لئے جمع کیا جانا بھی ممکن ہو اور مالیت تمام لوگوں یا بعض لوگوں کے متمول ہونے سے ثابت ہو جاتی ہے۔''

۳۔ بعض فقہاء نے اس کی تعریف درج ذیل الفاظ سے کی ہے:

المال: كل ما يملک وينتفع به وسمي مالاً لميل الطبع إليه.(۳)

''ہر وہ چیز جس کی ملکیت ممکن ہو اور اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے مال کہلاتی ہے۔ اسے مال اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی طرف انسانی طبیعت کا میلان ہوتا ہے۔''

(۱) اصفهاني، مفردات الفاظ القرآن: ۴۸۳

(۲) ابن عابدين، رد المحتار على در المختار، ۴: ۳

(۳) السيد سابق، فقه السنة، ۳: ۴۶

۴۔ امام اعظم ابوحنیفہ (۸۰۔۱۵۰ھ) کے نزدیک ہر اس شے کو جسے عند الضرورۃ فائدہ حاصل کرنے کے لئے ذخیرہ (جمع) کیا جا سکے، مال کہتے ہیں اور آپ کے قول کے مطابق کسی شے کا قیمتی ہونا از خود اس کی مالیت کو ثابت کرتا ہے جبکہ امام شافعی (۱۵۰۔ ۲۰۴ھ) کے نزدیک محض امکانِ ملکیت سے مالیت ثابت ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی حنفی (۱۲۴۴۔۱۳۰۶ھ) کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:

المال: ما من شأنه أن يدّخر للانتفاع وقت الحاجة والتقويم يستلزم المالية عند الإمام والملك عند الشافعي.(۱)

''مال وہ شے ہے جسے حاجت کے لئے جمع کیا جا سکے امام اعظم کے نزدیک شے کا قیمتی ہونا اور امام شافعی کے نزدیک امکانِ ملکیت سے مالیت کا ثبوت ہوتا ہے۔''

۵۔ ابن عابدین شامی مزید لکھتے ہیں:

المال اسم لغير الآدمي خلق لمصالح الآدمي وأمكن احرازه والتصرف فيه على وجه الاختيار.(۲)

''آدمی کے سوا ہر وہ چیز جو انسان کے فائدے کے لئے تخلیق کی گئی ہے مزید برآں اس کا محفوظ کرنا اور اس میں اختیاری طور پر تصرف کرنا بھی ممکن ہو مال کہلاتی ہے۔''

لفظ مال بمعنی مالیات، دولت، علم (معاشیات)، بیت المال، ذھب، دینار، درہم وغیرہ بھی مستعمل ہے۔ قدیم عربی زبان میں اس کے معنی کوئی مقبوضہ یا مملوکہ چیز کے ہیں۔ بدویوں کے ہاں اس سے خاص طور پر اونٹ مراد ہوتے تھے۔ لیکن اس لفظ کا اطلاق

(۱) ابن عابدین، رد المحتار علی در المختار، ۴: ۳

(۲) ابن عابدین، رد المحتار علی در المختار، ۴: ۳

جائیداد اور روپے پیسے پر بھی ہوتا ہے، اس طرح اس کا اطلاق کسی قسم کی بھی مادی اشیاء پر ہوسکتا ہے (جو منفعت اور ضرورت کے نقطۂ نظر سے وسیلہ بن سکیں) یہ لفظ ''ما'' اور ''ل'' کا مجموعہ ہے اور اس کا صحیح مفہوم یہ ہے: ''کوئی ایسی شے جو کسی کی ملکیت ہو۔'' بحیثیت اسم اسے قدرتی طور پر مادہ ''م۔و۔ل'' سے مشتق قرار دے کر اس سے فعل ''تَمَوُّل'' بنتا ہے۔ نقدی کے مفہوم میں اس لفظ کو ''مالِ صامت'' (گونگا مال) کی شکل میں استعمال کیا جاتا ہے، برعکس ''مال ناطق'' (بولنے والا مال) کے جو غلاموں اور مویشیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۶۔ مال کے مفہوم میں ''ملکیت'' شامل ہے النہایہ میں ابنِ اثیر (۵۴۴۔۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

المال في الأصل ما يملك من الذهب و الفضة ثم أطلق على كل ما يقتنى ويملك من الأعيان.(۱)

''اصل مال سے مراد سونا چاندی ہے پھر اس کا اِطلاق ہر اس شے پر ہوتا ہے جسے کمایا جائے اور مادی چیزوں میں سے باقاعدہ ملکیت میں رکھا جائے۔''

قرآن مجید میں لفظ ''مال'' مختلف لفظی شکلوں کے ساتھ ۸۶ بار آیا ہے۔ علاوہ ازیں احادیثِ نبوی ﷺ میں متعدد جگہوں پر یہ لفظ مذکور ہے۔ متعلقہ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ مبارکہ میں مال کی ماہیت، مال کمانا اور خرچ کرنا، اکتسابِ مال میں حلال و حرام کی تمیز، مالداروں کی نفسیات، ان کے اوصاف، عادات و خصائل اور ان کا انجام کار اور صرفِ مال کے اسلامی اصول وضوابط وغیرہ بیان ہوئے ہیں۔

معاشیات کی دنیا میں لفظ مال کا مترادف ''زر'' (Money, Wealth, Capital) ہے چاہے وہ نقد (Cash) کی شکل میں ہو یا اجناس، جانور، معدنیات،

(۱) ابن اثیر، النهاية في غريب الحديث والأثر، ۴: ۳۷۳

عمارات، جائیداد وغیرہ کی شکل میں ہوں۔ دورِ جدید میں سکے (Coins)، کرنسی نوٹ، ڈرافٹ اور ہنڈیاں (Drafts and Bills)، خزانے کی ہنڈیاں (Treasury Bills)، بانڈز (Bonds)، سرمایہ جاتی حصص (Equity Shares)، معین امانتیں اور بچتوں کی امانتیں (Fixed Deposits and Savings)، بچتوں کے سرٹیفکیٹس (Saving Certificates)، ٹریولر چیک، انشورنس کمپنیوں کی پالیسیاں، جنرل پراویڈنٹ فنڈ کی بچتیں، بینکوں، ڈاکخانوں اور دیگر مالی اداروں کی ماہانہ، ششماہی اور سالانہ انکم سکیمیں، حکومت کے جاری کردہ انعامی بانڈز اور کریڈٹ کارڈ (Credit Card) وغیرہ سب زرِ عینی مال کے زمرہ میں آتے ہیں۔

اِسلامی تصورِ مال

اسلام مال کے ضمن میں واضح تعلیمات و ہدایات پیش کرتا ہے۔ ذیل میں اس کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ تمام مال ملکیتِ الٰہیہ ہے

قرآن مجید نے قطعی طور پر اس حقیقت کو آشکار کیا ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تخلیق کردہ ہے۔ وہی ہے جو ان کے نظام سے واقف ہے اور احسن طریقے سے ان کے نظام کو چلا رہا ہے۔ اس طرح یہ بات عیاں ہے کہ وہ ان کا مالکِ حقیقی ہے۔

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ط فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (۱)

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۸۴

’’جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لئے ہے، وہ باتیں جو تمہارے دلوں میں ہیں خواہ انہیں ظاہر کرو یا انہیں چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر جسے وہ چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا، اور اللہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہےo‘‘

۲۔ اسی طرح فرمایا:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.(۱)

’’کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے۔‘‘

۳۔ اور پھر فیصلہ کر دیا:

وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ط اَفَغَيْرَ اللهِ تَتَّقُوْنَo وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَo(۲)

’’اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (سب) اسی کا ہے اور (سب کے لئے) اسی کی فرمانبرداری واجب ہے۔ تو کیا تم غیر از خدا (کسی) سے ڈرتے ہوo اور تمہیں جو نعمت بھی حاصل ہے سو وہ اللہ ہی کی جانب سے ہے، پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کے آگے گریہ وزاری کرتے ہوo‘‘

سورۃ النحل میں استفہامیہ انداز اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی خالقیت اور تمام مخلوقاتِ زمین اور اس کی ساری موجودات کا مالک ہونے کی حقیقت کو آشکار کر دیا۔ اس طرح یہ ثابت ہوا کہ مال جس حالت میں بھی ہے اس کا حقیقی مالک اللہ ہی ہے۔

(۱) البقرة، ۲:۱۰۷

(۲) النحل، ۱۶:۵۲، ۵۳

۲۔ انسان مال کا امین ہے

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ سے بھی یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ انسان کے پاس جو مال و املاک ہیں ان کا اصل مالک اللہ ہے۔ انسان محض اللہ کا نائب ہونے کے ناتے ان املاک میں تصرف کا مجاز ہے۔ لیکن اس کا تصرف اور رویہ مالکِ حقیقی کی ہدایات اوراوامر و نواہی کے تحت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی گونا گوں عنایات میں سے افراد کو مال سے نوازا۔ گویا ایک امانت سونپی اوراس کے تصرف کا اختیار دیا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ انسان کے مال پر مالکانہ حقوق مطلق نہیں بلکہ محدود اور مقید ہیں۔ جو اس کو اللہ ہی کے دیئے ہوئے مال کا امین ہونے کا شرف بخشتے ہیں۔ اللہ کا نائب اور اللہ کے دیئے ہوئے مال کا امین ہونے کی حیثیت سے انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مالکِ حقیقی کے احکامات بجا لائے۔ مالکانہ تصرف کے باب میں خود کو آزاد سمجھنا اور ہدایاتِ خداوندی سے اجتناب و انحراف کرنا صریح گمراہی ہے۔

۳۔ اکتسابِ مال

اسلام انسان کی جسمانی زندگی، اس کے تقاضوں اور اس کی مادی ضرورتوں کو نظر انداز نہیں کرتا، وہ اپنے ماننے والوں کو ترکِ دنیا یعنی رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ اس کی نفی کرتے ہوئے پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اعلان فرمایا:

لا رهبانية في الإسلام.(۱)

''اسلام میں گوشہ نشینی نہیں۔''

اسی طرح اسلام کے نزدیک انسان میں مستور ممکنہ قوتیں اور خوابیدہ صلاحیتیں اسی وقت بیدار ہوتی ہیں جب وہ کشمکش حیات اور معاشی جدوجہد (Economic

(۱) ۱۔ عسقلاني، فتح الباري، ۹: ۱۱۱، رقم: ۴۷۷۸

۲۔ شوكاني، نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار، ۶: ۲۳۱

(Activities) میں بھر پور حصہ لیتا ہے۔ قرآن حکیم اور احادیثِ نبوی ﷺ میں بہترین اور منظّم انداز میں کسبِ مال، اکتسابِ دولت اور حصولِ منفعت کی دعوت و ترغیب دی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیo(۱)

’’اور یہ کہ انسان کو (عدل میں) وہی کچھ ملے گا جس کی اُس نے کوشش کی ہو گی (رہا فضل اس پر کسی کا حق نہیں وہ محض اللہ کی عطاء و رضا ہے جس پر جتنا چاہے کر دے)o‘‘

۲۔ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا.(۲)

’’اور دنیا سے (بھی) اپنا حصہ نہ بھول۔‘‘

اسلام میں مال اور اکتسابِ مال کو ’’اللہ کا فضل تلاش کرنے‘‘ کے مترادف کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کا تذکرہ موجود ہے۔ مثلاً:

۳۔ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ وَاذْکُرُوا اللهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَo(۳)

’’پھر جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرنے لگو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤo‘‘

۴۔ فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْکُرُوْا لَهٗ ط اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَo(۴)

’’پس تم اللہ کی بارگاہ سے رزق طلب کیا کرو اور اسی کی عبادت کیا کرو اور اسی کا

(۱) النجم، ۵۳: ۳۹
(۲) القصص، ۲۸: ۷۷
(۳) الجمعۃ، ۶۲: ۱۰
(۴) العنکبوت، ۲۹: ۱۷

شکر بجا لایا کرو، تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے o‘‘

۵۔ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللهِ.(۱)

’’اور (بعض) دوسرے لوگ زمین میں سفر کریں گے تاکہ اللہ کا فضل تلاش کریں۔‘‘

۶۔ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَo(۲)

’’اور تُو اس میں کشتیوں (اور جہازوں) کو دیکھتا ہے جو (پانی کو) پھاڑتے چلے جاتے ہیں تاکہ تم (بحری تجارت کے راستوں سے) اس کا فضل تلاش کر سکو اور تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤo‘‘

اسی طرح احادیثِ رسول اللہ ﷺ میں اکتسابِ مال کی رغبت دلائی گئی ہے، اس ضمن میں آپ ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة.(۳)

’’رزق حلال کی تلاش فرض عبادت کے بعد (سب سے بڑا) فریضہ ہے۔‘‘

(۱) المزمل، ۷۳: ۲۰

(۲) فاطر، ۳۵: ۱۲

(۳) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰: ۷۴، رقم: ۹۹۹۳

۲۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۶: ۱۲۸، رقم: ۱۱۶۹۵

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۴۲۰، رقم: ۸۷۴۱

۴۔ أبونعيم، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، ۷: ۱۲۶

۵۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۱: ۱۰۴، رقم: ۱۲۱

۶۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۴۴۱، رقم: ۳۹۱۸

۲۔ إذا صليتم صلاة الفجر فلا تناموا عن طلب أرزاقكم.(۱)

''جب تم صبح کی نماز ادا کرلو تو اپنے رزق کے لیے جدوجہد کیے بغیر نیند (آرام وغیرہ) کا نام نہ لو۔''

۳۔ عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إن من الذنوب ذنوبًا لا تكفرها الصلاة ولا الصيام ولا الحج ولا العمرة، قالوا: فما يكفرها يارسول الله؟ قال: الهموم في طلب المعيشة.(۲)

''گناہوں میں سے بعض گناہ ایسے ہیں جنہیں نہ نماز معاف کراتی ہے نہ ہی روزہ، حج اور عمرہ معاف کراتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر انہیں کیا معاف کراتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کا کفارہ صرف طلب معیشت کی فکر اور کاوش ہی سے ہوسکتا ہے۔''

۴۔ اطلبوا الرزق في خبايا الأرض.(۳)

''روزی کو زمین کے پوشیدہ سرمائے میں تلاش کرو۔''

۵۔ ما أكل أحد طعامًا قط خيرًا من أن يأكل من عمل يديه.(۴)

---

(۱) ۱۔ ہندي، كنزالعمال، ۴: ۲۱، رقم: ۹۲۹۹
۲۔ شعراني، كشف الغمة من جميع الأمة، ۲: ۳
۳۔ عجلوني، كشف الخفاء ومزيل الألباس، ۲: ۲۶، رقم: ۱۵۸۸

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الاوسط، ۱: ۳۸، رقم: ۱۰۲
۲۔ ہيثمي، مجمع الزوائد، ۴: ۶۳، رقم: ۶۲۳۹

(۳) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۷: ۳۴۷، رقم: ۴۳۸۴
۲۔ ہيثمي، مجمع الزوائد، ۴: ۶۳، رقم: ۶۲۳۷

(۴) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، ۲: ۷۳۰، رقم: ۱۹۶۶

’’کسی شخص نے کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں کھایا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کما کر کھائے۔‘‘

٦۔ عن رافع بن خديج ﷺ قال: قيل: يا رسول اللہ! أي الكسب أطيب؟ قال: عمل الرجل بيده وكل بيع مبرور.(۱)

’’رافع بن خدیج ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! کونسی کمائی سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔‘‘

٧۔ حضرت عمر فاروق ﷺ نے فرمایا:

لا تكونوا عيالاً على الناس.(۲)

’’دوسرے لوگوں پر اپنی پرورش کا بوجھ نہ ڈالو۔‘‘

٨۔ حضرت عمر فاروق ﷺ نے حکم جاری کر رکھا تھا:

لا يقعدن أحدكم عن طلب الرزق.(۳)

...... ۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۲۶۷، رقم: ۶۳۱

۳۔ بيہقي، شعب الإيمان، ۵: ۶۴، رقم: ۵۷۹۱

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۴۱، رقم: ۱۷۲۶۵

۲۔ ہندي، كنز العمال، ۴: ۱۲۴، رقم: ۹۸۶۱

۳۔ ہيثمي، مجمع الزوائد، ۴: ۶۰، رقم: ۶۲۱۰

(۲) ۱۔بيہقي، شعب الإيمان، ۲: ۸۱، رقم: ۱۲۱۶

۲۔أبو نعيم، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ۷: ۷۱

۳۔کتانی، التراتيب الإدارية، ۲: ۲۳

(۳) کتاني، التراتيب الإدراية، ۲: ۲۳

”تم میں سے کوئی شخص بھی طلبِ رزق کی جدوجہد میں پست ہو کر نہ بیٹھ جائے۔“

مندرجہ بالا محولات سے یہ بات ثابت ہے کہ اسلام فرد کو بھرپور انداز سے معاشی جدوجہد میں حصہ لینے کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ رہبانیت، بھیک مانگنے اور دوسروں پر بوجھ بننے (To be Parasite) کی روش کو سخت ناپسند کرتا ہے۔

۴۔ اکتسابِ مال کے مقاصد

اسلام دینِ فطرت ہونے کے ناتے انسانی زندگی سے متعلق تمام واجبات دینی و دنیاوی امور کو بھرپور طریقے سے ملحوظِ خاطر رکھتا ہے اور کسبِ معاش اور اکتسابِ مال کی اہم وجوہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ امانتوں میں سے جسم و جان کی حفاظت لازمی ہے، جس کے لیے خوراک، لباس اور مکان ضروری ہے، جب انسان ان جہتوں میں مطمئن ہو گا تو عبادات، جہاد، تبلیغِ دین و دیگر کارہائے خیر میں زیادہ لگن، یکسوئی، دلچسپی اور یگانگت کا مظاہرہ کر سکے گا۔ ظاہر ہے خوراک، مکان اور پوشاک کے لیے اکتسابِ مال ضروری ہے۔

۲۔ فرد پر اس کے والدین، بیوی بچوں، اقارب و دیگر افرادِ معاشرہ (مثلاً فقراء، مساکین وغیرہ) کے جو مالی فرائض ہیں انہیں پورا کرنے کے لیے مال کمانا ضروری ہے۔

۳۔ اگر وہ صاحبِ ثروت ہے اور اس کا مال نصابِ زکوٰۃ کی حد تک پہنچ جاتا ہے تو اسے زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

۴۔ اگر وہ زمیندار یا مزارع ہے تو زمینی پیداوار پر عشر کی ادائیگی اس پر فرض ہوگی۔

۵۔ ماہِ صیام کے بعد صدقہ عید الفطر ادا کیا جائے گا۔

۶۔ بعض گناہوں، خطاؤں اور غلطیوں کا مالی کفارہ ادا کرنے کے لئے کسبِ مال ضروری ہے۔

۷۔ خود یا والدین کو حج کرانا اکتسابِ مال کے بغیر ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً. (۱)

''اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔''

۸۔ صاحبِ استطاعت شخص پر عید الاضحیٰ کے موقع پر جانور کی قربانی دینا لازمی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من کان له سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا. (۲)

''جو شخص قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔''

مذکورہ بالا مدات وہ ہیں جن سے عہدہ برآں ہونے کے لیے مال و زر کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے مال اور اکتسابِ مال کے لیے ٹھوس وجوہات فراہم کی ہیں تاکہ دنیاوی معاملات میں بھی بھرپور حصہ لیا جا سکے۔

www.MinhajBooks.com

(۱) آل عمران، ۳: ۹۷

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأضاحي، باب الأضاحي واجبة هي أم لا، ۲: ۱۰۴۴، رقم: ۳۱۲۳

۲۔ دارمي، السنن، ۴: ۲۷۷، رقم: ۳۵

۵۔ اکتسابِ مال کا طریقہ کار

اکتسابِ مال کے ضمن میں اسلام نے واضح ہدایات دی ہیں جن کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

اسلام جہاں مال کمانے کی اجازت دیتا ہے وہاں فرد کو شتر بے مہار کی طرح کھلا نہیں چھوڑتا کہ جس طرح چاہے اور جس ذریعہ سے مال آئے اس پر کوئی روک ٹوک نہ ہو بلکہ اس نے واضح حدود متعین کی ہیں۔ جن میں بطریقِ اولیٰ حلال و حرام مال اور اکتسابِ مال کے حلال و حرام ذرائع کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ○[1]

’’اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی بندگی بجا لاتے ہو○‘‘

۲۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ○[2]

’’اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال اور پاکیزہ ہے کھاؤ، اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے○‘‘

۳۔ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا.[3]

’’اور جو حلال پاکیزہ رزق اللہ نے تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے کھایا کرو۔‘‘

(۱) البقرة، ۲: ۱۷۲

(۲) البقرة، ۲: ۱۶۸

(۳) المائدة، ۵: ۸۸

۴۔ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ. (۱)

''اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔''

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ کی روشنی میں یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ فرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی روزی کمانے کے لیے حلال طریقے اختیار کرے۔ اسے ہر وہ طریقۂ اکتسابِ مال اپنانا چاہیئے جو ارشاداتِ خداوندی اور ہدایاتِ نبوی ﷺ کے مطابق ہے، حلال کسبِ مال کی طرف لے جاتا ہے اور اپنے اندر درج ذیل اثرات لیے ہوئے ہے:

(۱) اَکلِ حلال سے فرد متقی رحمدل، سخی عامل اور پاکدامن ہو جاتا ہے۔

(۲) اسے سکونِ قلب نصیب ہوتا ہے۔

(۳) عبادات میں خشوع وخضوع، یکسوئی، دلچسپی ولذت اور مزید نیک اعمال کرنے کی رغبت نصیب ہوتی ہے۔

(۴) کم کمائی میں بھی زیادہ برکت ملتی ہے۔

(۵) اکتسابِ مال کے عمل میں کسی کی حق تلفی روا نہ رکھنے سے معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

(۶) شعبہ تجارت بڑھوتری اور ترقی کی بنا پر معاشی خوشحالی کا موجب بنتا ہے۔

(۷) اجتماعی طور پر ملک میں معاشی اور معاشرتی ترقی ہوتی ہے۔

اس کے برعکس ہر وہ طریقۂ اکتسابِ مال جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے ضابطوں، اصولوں اور طریقوں کے خلاف ہے حرام مال کمانے کی طرف راغب کرتا ہے۔ ہر وہ شے جو ناحق طریقے سے لی جائے اور صحیح طریقہ کار کی بجائے ربوٰ،

(۱) الاعراف، ۷: ۱۵۷

رشوت، جوا، ظلم، غصب، دھوکہ، خیانت اور چوری جیسے ناپاک ذرائع سے حاصل کی جائے وہ حرام ہے اس لیے کہ وہ ''طیّب'' نہیں ہے۔ پس ہر خبیث شے حرام ہے خواہ وہ خبث باہر کے اسباب و ذرائع سے اس میں آیا ہو اور خواہ اس کے اندر ہی موجود ہو جیسا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں سڑ کر بو آنا اور امراضِ جسمانی کا سبب بننا۔

جس طرح حلال مال اپنے اندر خیر و برکت اور انسانی زندگی پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے اسی طرح حرام مال اپنے اندر منفی، مضر اور تباہ کن اثرات لیے ہوئے ہے۔ مثلاً:

(۱) حرام کی کمائی میں برکت نہیں ہوتی زیادہ مال بھی چٹکیوں میں اڑ جاتا ہے۔

(۲) حرام کمانے، حرام کھانے اور کھلانے سے ذہنی انتشار پیدا ہوتا ہے اور دلی سکون ختم ہو جاتا ہے۔

(۳) حرام مال سے بنے ہوئے جسم والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

(۴) اولاد نافرمان ہو جاتی ہے۔

(۵) معاشی بدحالی کا دور دورہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

(۶) اجتماعی طور پر پورا معاشرہ بدامنی کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۷) اس معاشرہ پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔

۶۔ صرفِ مال

اکتسابِ مال اور صرفِ مال کے ضمن میں بھی اسلام بڑے واضح انداز میں مکمل راہنمائی کرتا ہے۔ اگر ایک جانب جائز و حلال ذرائع سے مال کمانے کی اجازت دیتا ہے۔ تو دوسری جانب صاحبِ مال کو اس طرح کی آزادی نہیں دیتا کہ وہ جس طرح چاہے اپنی مرضی سے مال کو خرچ کرے اس لئے کہ مال انسان کے پاس اللہ کی دی ہوئی امانت ہے

اور اس کے تصرف میں احکامِ خداوندی کی پاسداری اور حضور نبی اکرم ﷺ کی ہدایاتِ عالیہ کی پابندی کرنا لازمی ہے۔

صرفِ مال کے دو بڑے شعبے ہیں:

پہلا شعبہ

اس شعبہ کا تعلق فرد کی اپنی ذات، اہل و عیال اور ان لوگوں پر خرچ کرنے سے ہے جن کی کفالت کا ذمہ اس نے لیا ہوا ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں اہل و عیال اور زیرِ کفالت لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم ہے۔ ان کو خوراک، لباس، مکان، صحت، تعلیم وغیرہ مہیا کرنا صاحبِ خانہ کی ذمہ داری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ.(۱)

’’اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو۔‘‘

۲۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَاتَّقُوا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo(۲)

’’پس تم اللہ سے ڈرتے رہو جس قدر تم سے ہوسکے اور (اُس کے احکام) سنو اور اطاعت کرو اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا، اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچالیا جائے سو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں o‘‘

اسی طرح فرد کو تاکید کی گئی ہے کہ جو نعمتِ مال اسے کمائی کے نتیجہ میں حاصل

---

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۲۶

(۲) التغابن، ۶۴: ۱۶

ہوئی ہے اس کا اس کی ذات پر واضح طور پر مثبت اثر نظر آنا چاہیے یہ نہ ہو کہ مال تو وہ خوب کماتا ہو لیکن خود لاغر، بیمار اور افسردہ نظر آئے۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

فإن لجسدک علیک حقًا، وإن لعینک علیک حقًا، وإن لزوجک علیک حقًا. (۱)

’’تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔‘‘

۲۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

فإذا أتاک الله مالًا فلیر أثر نعمة الله علیک وکرامته. (۲)

’’جس اللہ کریم نے تمہیں مال کی نعمت سے نوازا ہے تو اس کی نعمت اور کرامت کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہیے۔‘‘

۳۔ اہل وعیال پر خرچ کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب الصوم، باب حق الجسم في الصوم، ۲: ۶۹۷، رقم: ۱۸۷۴

۲۔ بخاري، الصحیح، کتاب النکاح، باب لزوجك علیك حق، ۵: ۱۹۹۵، رقم: ۴۹۰۳

۳۔ نسائي، السنن الکبری، ۲: ۱۲۸، رقم: ۲۶۹۹

۴۔ بیہقي، السنن الکبری، ۴: ۲۷۵، رقم: ۸۱۲۸

۵۔ ہیثمي، مجمع الزوائد، ۴: ۳۰۲، رقم: ۷۶۱۲

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب اللباس، باب في غسل الثیاب والخلقان، ۴: ۵۱، رقم: ۴۰۶۳

۲۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱۹: ۲۸، رقم: ۶۱۷

نے فرمایا:

إذا أنفق المسلم نفقة علی أهله، وهو یحتسبها، کانت له صدقة. (۱)

''جب کوئی مسلمان اپنے اہل و عیال پر ثواب اور ذمہ داری سمجھ کر خرچ کرتا ہے تو وہ اللہ کریم کے ہاں اس کا صدقہ لکھا جاتا ہے۔''

۴۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

ابدأ بمن تعول. (۲)

''خرچ کرنے میں ان سے پہل کرو جن کی کفالت تمہاری ذمہ داری ہے۔''

دوسرا شعبہ

دوسرے شعبہ کا تعلق فرد کی دیگر مالی ذمہ داریوں سے ہے۔

قرآن مجید اور احادیثِ نبوی ﷺ میں صراحت کے ساتھ ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان ذمہ داریوں میں زکوٰۃ، حج یا عمرہ کی ادائیگی، مستحق رشتہ داروں کی اعانت، معاشرہ کے غرباء، مساکین، محتاج، نادار اور ضرورت مندوں کی مالی مدد، ہمسایوں، مسافروں، مستحق طلباء، دینی اداروں کی امداد، صدقاتِ نافلہ، قرضِ حسنہ، عاریت، ہبہ، وراثت میں شرعی

(۱) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الأهل، ۵: ۲۰۴۷، رقم: ۵۰۳۶
۲۔ دارمي، السنن، ۲: ۳۷۰، رقم: ۲۶۶۴
۳۔ بیهقي، السنن الکبری، ۴: ۱۷۸، رقم: ۷۵۴۵

(۲) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب النفقات، باب وجوب النفقة علی الآهل والعیال، ۵: ۲۰۴۸، رقم: ۵۰۴۰
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۵۲، رقم: ۶۴۰۲
۳۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۳: ۲۰۳، رقم: ۳۱۲۹

حصہ دینا، رفاہ عامہ کے کام اور حسبِ استطاعت اسلامی ریاست کی مالی امداد میں حصہ لینا شامل ہیں۔

مثلاً معاشرہ میں اوّلین حق پڑوسی کا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ضرورت مند ہمسایہ کی کفالت میں یہاں تک تاکید فرمائی کہ اگر ایک صاحبِ استطاعت مسلمان خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہے تو وہ صحیح معنی میں مسلمان ہی نہیں۔

۱۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

ليس المؤمن الذي يشبع وجاره جائع إلى جنبه. (۱)

”وہ شخص ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے مگر اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔“

۲۔ ایک اور موقع پر ہمسایہ کی کفالت اور اس سے حسنِ سلوک کو ایک تاکیدی انداز میں یوں واضح فرمایا:

مازال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه. (۲)

”جبریل امین مجھے برابر ہمسایہ کے بارے میں تلقین کرتے رہے حتیٰ کہ میں

(۱) ۱۔ بخاري، الأدب المفرد: ۵۲، رقم: ۱۱۲
۲۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۱۰: ۳، رقم: ۱۹۶۶۸
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۱۶۷، رقم: ۱۳۵۵۵

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب الوصائة بالجار، ۵: ۲۲۳۹، رقم: ۵۶۶۹
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب الوصية بالجار والإحسان إليه، ۴: ۲۰۲۵، رقم: ۲۶۲۴
۳۔ ترمذي، السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في حق الجوار، ۴: ۳۳۲، رقم: ۱۹۴۲

نے یہ گمان کرنا شروع کر دیا کہ وہ اسے وراثت میں حصہ دار ٹھہرا دیں گے۔‘‘

۳۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم جاره. (۱)

’’جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے ہمسائے کا اکرام کرے۔‘‘

۴۔ معاشرہ کی بھلائی اور ترقی ایک صحت مند قوم کے لیے ضروری ہے۔ مشاہدہ میں آیا ہے کہ کسی بھی معاشرے کے تمام افراد امیر نہیں ہوتے بلکہ اس میں غرباء، مساکین، بے روزگار، بیوہ، محتاج و نادار وغیرہ کا وجود بھی پایا جاتا ہے۔ ایسے افراد کی مالی اعانت کے ضمن میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

الساعي على الأرملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله أو القائم الّيل الصائم النهار. (۲)

’’بیوہ اور مسکین کی مدد کرنے والا ثواب میں اس مجاہد کی طرح ہے جو رات بھر کھڑا ہو کر اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے۔‘‘

صرفِ مال کے اس شعبہ میں اجتماعی معیشت کا بیان بھی آ جاتا ہے۔ احکامِ

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، ۵: ۲۲۴۰، رقم: ۵۶۷۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان تحريم إيذاء الجار، ۱: ۶۸، رقم: ۴۷

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، ۵: ۲۰۴۷، رقم: ۵۰۳۸

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب التجارات، باب الحث على المكاسب، ۲: ۷۲۴، رقم: ۲۱۴۰

خداوندی میں ارشاد ہے:

۱۔ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ.(۱)

’’اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے۔‘‘

۲۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ.(۲)

’’اور قرابتداروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (دو)۔‘‘

۳۔ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ط قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللهَ بِهٖ عَلِیْمٌo(۳)

’’آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں، فرما دیں جس قدر بھی مال خرچ کرو (درست ہے)، مگر اس کے حقدار تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور محتاج ہیں اور مسافر ہیں، اور جو نیکی بھی تم کرتے ہو بیشک اللہ اسے خوب جاننے والا ہےo‘‘

بحث کا ماحاصل یہ ہے کہ شریعتِ محمدی ﷺ میں مال کے خرچ کرنے کا حکم ہے، صرفِ مال کی راہیں بھی متعین ہیں اور ان راہوں کے تحت خرچ کرنے والوں کے لیے اجر و ثواب کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) البقرۃ، ۲: ۱۷۷

(۲) بنی اسرائیل، ۱۷: ۲۶

(۳) البقرۃ، ۲: ۲۱۵

۴۔ وَمَا جَعَلَهُ اللهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ج وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللهِ ط اِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○(۱)

''اور اس (مدد کی صورت) کو اللہ نے محض بشارت بنایا (تھا) اور (یہ) اس لئے کہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور (حقیقت میں تو) اللہ کی بارگاہ سے مدد کے سوا کوئی (اور) مدد نہیں، بیشک اللہ (ہی) غالب حکمت والا ہے ○''

۵۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط وَ اللهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَ اللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○(۲)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال (اس) دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگیں (اور پھر) ہر بالی میں سو دانے ہوں (یعنی سات سو گنا اجر پاتے ہیں) اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (اس سے بھی) اضافہ فرما دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا خوب جاننے والا ہے○''

۷۔ بخل اور اِسراف وتبذیر سے اِجتناب

فرد کے لیے صرفِ مال کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے کہ اتنا خرچ کرے جتنا مناسب اور ضروری ہو۔ اس سلسلہ میں بخل اور کنجوسی سے کام نہ لے اور نہ ہی اسراف و تبذیر کو اپنا شعار بنائے۔ مباحات (جائز ضروریات و امور) میں مقدار سے زیادہ خرچ کرنا بھی اسراف ہے۔

۱۔ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ○

---

(۱) الانفال، ۸: ۱۰

(۲) البقرۃ، ۲: ۲۶۱

وَ مَا یُغۡنِیۡ عَنۡهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰیؕ۝ [1]

''اور جس نے بخل کیا اور (راہِ حق میں مال خرچ کرنے سے) بے پروا رہا۝ اور اس نے (یوں) اچھائی (یعنی دینِ حق اور آخرت) کو جھٹلایا۝ تو ہم عنقریب اسے سختی (یعنی عذاب کی طرف بڑھنے) کے لئے سہولت فراہم کر دیں گے (تاکہ وہ تیزی سے مستحقِ عذاب ٹھہرے)۝ اور اس کا مال اس کے کسی کام نہیں آئے گا جب وہ ہلاکت (کے گڑھے) میں گرے گا۝''

اسلام ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ مال کو عیش و عشرت کے کاموں میں صرف کر دیا جائے۔ خورد و نوش، رہائش، لباس، شادی بیاہ، سالگرہ و دیگر تقریبات کے مواقع پر بے بہا صِرف دکھاوے یا نام نہاد عزت حاصل کرنے کی غرض سے خرچ کرنا اسراف کے زمرہ میں آتا ہے۔ اس امر کی ممانعت کے باب میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۲۔ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ۝ [2]

''اے اولادِ آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنا لباسِ زینت (پہن) لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ خرچ نہ کرو کہ بیشک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۝''

۱۔ بخل کی ممانعت کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

خصلتان لا تجتمعان في مؤمن: البخل و سوء الخلق. [3]

(۱) اللیل، ۹۲: ۸۔ ۱۱

(۲) الاعراف، ۷: ۳۱

(۳) ا۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في البخيل، ۴: ۳۴۳، رقم: ۱۹۶۲

’’دو خصلتیں مؤمن میں جمع نہیں ہو سکتیں: بخل اور بد خلقی۔‘‘

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

کلوا واشربوا وتصدقوا والبسوا ما لم یخالطه اسراف أو مخیلة. (۱)

’’کھاؤ اور پیو اور دوسروں پر صدقہ کرو، کپڑے بنا کر پہنو بشرطیکہ اسراف اور نیت میں فخر و استکبار نہ ہو۔‘‘

لغوی اعتبار سے تبذیر کھیتوں میں بیج کا چھینٹا لگانا، پانی کو اتنا گندا کر دینا کہ اس کا رنگ تبدیل ہو جائے وغیرہ کے معانی میں مستعمل ہے۔ شرعی لحاظ سے تبذیر سے مراد اپنے مال کو حرام اور ناجائز کاموں میں خرچ کرنا ہے، قرآن مجید میں تبذیر کی سخت وعید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا○ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا○ (۲)

’’اور قرابتداروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (دو) اور (اپنا مال) فضول خرچی سے مت اڑاؤ○ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے○‘‘

.... ۲۔ أبو یعلی، المسند، ۲: ۴۹۰، رقم: ۱۳۲۸

۳۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۱: ۲۱۱، رقم: ۳۱۹

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب اللباس، باب البس ما شئت ما أخطأك سرف أو مخیلة، ۲: ۱۱۹۲، رقم: ۳۶۰۵

۲۔ ابن أبي شیبة، المصنف، ۵: ۱۷۱، رقم: ۲۴۸۷۷

۳۔ منذري، الترغیب والترهیب، ۳: ۱۰۲، رقم: ۳۲۵۱

(۲) بنی اسرائیل، ۱۷: ۲۶، ۲۷

اسراف و تبذیر دونوں تھوڑے سے فرق کے ساتھ فضول خرچی کے معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اسراف جائز (مباح) کاموں میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کو کہتے ہیں جبکہ تبذیر حرام کاموں میں خرچ کرنے کو کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تبذیر کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

التبذير: إنفاق المال في غير حقه. (۱)

’’بے موقع خرچ کرنے کا نام تبذیر ہے۔‘‘

امام مالک (م ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

التبذير: هو أخذ المال من حقه ووضعه في غير حقه وهو الاسراف وهو حرام. (۲)

’’تبذیر یہ ہے کہ انسان حق کے ساتھ کمائے مگر خلافِ حق خرچ کر ڈالے اور اس کا نام اسراف ہے اور یہ حرام ہے۔‘‘

حرام و ناجائز کام میں ایک درہم یا روپیہ بھی خرچ کرنا تبذیر ہے۔ امام قرطبی (م ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

من أنفق درهمًا في حرام فهو مبذّر. (۳)

’’جس نے حرام و ناجائز کام میں ایک درہم بھی خرچ کیا وہ مبذر (تبذیر کرنے والا) ہے۔‘‘

بنی نوع انسان کو بہترین معاشی تعلیمات فراہم کرتے ہوئے اسلام نے جہاں

---

(۱) آلوسي، تفسير روح المعاني، ۱۵: ۶۳

(۲) قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ۱۰: ۲۴۷

(۳) قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ۱۰: ۲۴۸

اکتسابِ مال اورصرفِ مال کے لیے واضح ہدایات دی ہیں وہاں اسے غربت، پریشانی، پشیمانی اور ذہنی بدسکونی سے بچانے کے لیے اعتدال کی راہ دکھائی ہے۔ خصوصی طور پر صرفِ مال میں میانہ روی کی تعلیم دے کر فرد کے بہتر حال و مستقبل کی ضمانت دی ہے۔
اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَجۡعَلۡ یَدَکَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰی عُنُقِکَ وَ لَا تَبۡسُطۡهَا کُلَّ الۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا ○[(۱)]

''اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھا ہوا رکھو (کہ کسی کو کچھ نہ دو) اور نہ ہی اسے سارا کا سارا کھول دو (کہ سب کچھ ہی دے ڈالو) کہ پھر تمہیں خود ملامت زدہ (اور) تھکا ہارا بن کر بیٹھنا پڑے○''

۸۔ اقتصاد و اعتدال کا حکم

صرفِ مال کے ضمن میں اسلام نے فرد کو آفاقی اور حقیقی ہدایات سے نوازتے ہوئے حکم دیا ہے کہ اس شعبہ میں اقتصاد و اعتدال کی راہ اپنانا عین عقل و دانش اور محفوظ معیشت کی ضامن ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اقتصاد و اعتدال کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَ لَمۡ یَقۡتُرُوۡا وَ کَانَ بَیۡنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ○[(۲)]

''اور (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا (زیادتی اور کمی کی) ان دو حدوں کے

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۲۹
(۲) الفرقان، ۲۵: ۶۷

درمیان اعتدال پر (مبنی) ہوتا ہے o‘‘

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الاقتصاد في النفقة نصف المعيشة. (۱)

’’خرچ میں اعتدال آدھی معیشت ہے۔‘‘

۲۔ **قال رسول الله ﷺ: من فقه الرجل رفقه في معيشته.** (۲)

’’اپنی معیشت میں توسط اختیار کرنا آدمی کے دانا ہونے کی علامت ہے۔‘‘

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن الهدى الصالح والسمت الصالح والاقتصاد جزء من خمسة وعشرين جزءًا من النبوة. (۳)

’’سیرت اور نیک طریقہ اور میانہ روی نبوت کے اجزاء کا پچیسواں حصہ ہے۔‘‘

۴۔ **ما عال من اقتصد.** (۴)

’’وہ محتاج نہ ہوا جس نے میانہ روی اختیار کی۔‘‘

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۷: ۲۵، رقم: ۶۷۴۴
۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۵: ۲۵۴، رقم: ۶۵۶۷

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۴، رقم: ۲۱۷۴۲
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۴: ۷۴، رقم: ۶۳۰۸

(۳) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب في الوقار، ۴: ۲۴۷، رقم: ۴۷۷۶
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۹۶، رقم: ۲۶۹۸

(۴) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰: ۱۰۸، رقم: ۱۰۱۱۸
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۵۲

صرفِ مال میں میانہ روی بہت ہی اہم اور مثبت نتائج کی آئینہ دار ہے۔ معاشی میدان میں ہر دور کے بالغ النظر صاحبانِ علم اور خصوصی طور پر ماہرینِ معاشیات نے اس کے معتد بہ فوائد کو تسلیم کیا ہے۔ میانہ روی کے جو معاشرتی اور معاشی اثرات نمودار ہوتے ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ میانہ روی اختیار کرنے والا شخص کبھی بھی معاشی پریشانی کا شکار نہیں ہوتا۔

۲۔ اسراف و تبذیر یعنی میانہ روی سے انحراف، معاشرے میں ظلم و استحصال کا راستہ کھولنے میں ممدو معاون ثابت ہوتا ہے۔ یہی رقوم اگر ملکی ترقیاتی کاموں میں صرف کی جائیں تو یقیناً معیشت میں بہتری کا سبب بنیں گی۔ یہ سب اسی صورت میں ممکن ہے جب میانہ روی کو اختیار کیا جائے۔

۳۔ معاشرہ میں میانہ روی کو نہ اپنانے والے لوگ رشک، حسد، کینہ، مخاصمت اور ہوس جیسی سماجی برائیوں کی آماج گاہ بن جاتے ہیں۔ یہ برائیاں اکثر دنگا فساد، قتل اور باہمی عناد کو ہوا دیتی ہیں اس طرح پورا معاشرہ تنزل کا شکار ہو جاتا ہے۔

۴۔ میانہ روی اختیار کرنے سے بچتوں (Savings) کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ یہی بچتیں جب سرمایہ کاری، پیداوار، تجارت وغیرہ میں استعمال ہوتی ہیں تو مجموعی طور پر ملکی معیشت مستحکم اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتی ہے۔

۹۔ مال کی پس اندازی (Saving)

اکتسابِ مال اور صرفِ مال کے ساتھ ساتھ اسلام مال کی پس اندازی (بچت کرنے) کی بھی ممانعت نہیں کرتا بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی معاشی تعلیمات سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ فرد اپنے مال کا کچھ حصہ پس انداز کرے تاکہ ورثاء کے حق کا تحفظ، اہل و عیال کی مالی پریشانی کا تدارک اور مستقبل قریب وبعید کے ضمن میں مالی تحفظ ممکن ہو۔ اس موضوع کے تحت کتبِ احادیث میں ہمیں بہت سی احادیثِ رسول اللہ ﷺ ملتی ہیں۔ ذیل

میں ہم چند ایک کا حوالہ پیش کرتے ہیں:

۱۔ **قال كعب ابن مالك رضي الله عنه: قلت: يا رسول الله! إن من توبتي أن أنخلع من مالي صدقة إلى الله وإلى رسوله صلى الله عليه وآله وسلم. قال: أمسک عليک بعض مالک فهو خير لک. قلت: فإني أمسک سهمي الذي بخيبر.** (۱)

''کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے توبہ کرتے وقت یہ بھی طے کیا کہ میں اپنے (سارے) مال سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے صدقہ کے طور پر دست بردار ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مال کا ایک حصہ اپنے پاس روک لو کیونکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ میں نے کہا کہ مجھے خیبر میں جو حصہ ملا ہے اسے میں روک لیتا ہوں۔''

۲۔ **عن عمر رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم كان يبيع نخل بني النضير ويحبس لأهله قوت سنتهم.** (۲)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو نضیر کے کھجور کے درختوں کے (پھل) کو فروخت کرکے اپنے گھر والوں کے لئے سال بھر کی

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الوصايا، باب إذا تصدق أو أوقف بعض ماله أو بعض رقيقه أو دوابه فهو جائز، ۳: ۱۰۱۳، رقم: ۲۶۰۶
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الإيمان والنذور، باب فيمن نذر أن يتصدق بماله، ۳: ۲۴۰، رقم: ۳۳۱۷

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب النفقات، باب حبس نفقة الرجل قوت سنة على أهله وكيف نفقات العيال، ۵: ۲۰۴۸، رقم: ۵۰۴۲
۲۔ بزار، المسند، ۱: ۳۷۸، رقم: ۲۵۵
۳۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۷: ۴۶۸

خوراک محفوظ کر لیتے تھے۔''

۳۔ عن جابر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: أمسكوا عليكم أموالكم ولا تفسدوها فإنه من أعمر عمرى فهي للذي أعمرها حيًا وميتاً ولعقبه.(۱)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مال اپنے پاس رکھو، ان کو برباد نہ کرو۔ آگاہ کہ جس نے ''تا مدت عمر'' عطا کیا وہ چیز اس شخص کی ملکیت ہوگئی جسے وہ اس طور پر دی گئی ہے زمین میں بھی اور مرنے پر بھی اور اس شخص کے بعد وہ اس کے ورثاء کا حق ہو جائے گی۔''

۴۔ عن سعد بن أبي وقاص رضی الله عنه قال: جاء النبي صلی الله علیه وآله وسلم يعودني وأنا بمكة وهو يكره أن يموت بالأرض التي هاجر منها. قال: يرحم الله ابن عفراء. قلت: يا رسول الله! أوصي بمالي كله؟ قال: لا. قلت: فالشطر؟ قال: لا، قلت: الثلث. قال: فالثلث والثلث كثير إنك أن تدع ورثتك أغنياء خير من أن تدعهم عالة يتكففون الناس في أيديهم.(۲)

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور نبی

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الهبات، باب العمرى، ۳: ۱۲۴۶، رقم: ۱۶۲۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۸۵، رقم: ۱۵۱۷۵

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الوصايا، باب أن يترك ورثه أغنياء خير من أن يتكففوا الناس، ۳: ۱۰۰۶، رقم: ۲۵۹۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث، ۳: ۱۲۵۳، رقم: ۱۶۲۸

اکرم ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ انہیں (سعد بن وقاص) کو یہ بات ناپسند تھی کہ وہ اس جگہ وفات پائیں جہاں سے انہوں نے ہجرت کی تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ابن عفراء پر رحم فرمائے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنے سارے مال کے سلسلہ میں وصیت کر جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پھر نصف مال کی حد تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پھر ایک تہائی مال کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (ہاں) ایک تہائی مال کی حد تک اور ایک تہائی بھی بہت ہے۔ تو اپنے ورثاء کو مال دار چھوڑ جائے یہ بات اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔“

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت اور نکھر کر واضح ہو جاتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ صلاحیتوں، انسانی زندگی کی قریب ترین حقیقتوں اور عملی طور پر معاشی تعلیمات میں ایک فرد کو مال کی پس اندازی کی اجازت مرحمت فرمائی ہے لیکن مال کی یہ پس اندازی کسی بھی صورت میں تعیش، ارتکازِ دولت یا اکتنازِ مال کی مصداق نہ بنے بلکہ فرد کی دینی، اخلاقی اور دنیاوی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کی آئینہ دار ہو۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے رفقاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اس امر کی تائید کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مال کو نیک کاموں پر خرچ کیا اور فاضل مال کو پس انداز بھی کیا۔ اس کی واضح مثال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، جنہیں اللہ نے بہت مال عطا فرمایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے مال میں سے بے شمار مواقع پر حاجت مندوں، غرباء، مساکین وغیرہ کی مدد کی۔ جہاد کے مواقع ہوں یا غیر معمولی حالات کا سامنا آپ رضی اللہ عنہ نے دل کھول کر مالی امداد فرمائی اور اس حد تک گئے کہ آج کے دور میں کوئی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنی وفات پر بہت سا مال چھوڑا تھا جو بغیر جمع کئے ممکن نہ ہوسکتا تھا۔

ابنِ کثیر (۷۰۱۔۷۷۴ھ) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

كان لعثمان عند خازنه يوم قتل، ثلاثون ألف ألف درهم وخمسمائة ألف درهم، ومائة ألف دينار، فانتهبت وذهبت، وترك ألف بعير بالربذة، وترك صدقات. (۱)

’’جس روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قتل ہوئے اس روز آپ رضی اللہ عنہ کے خزانچی کے پاس آپ رضی اللہ عنہ کے تیس کروڑ پانچ لاکھ درہم اور ایک لاکھ دینار تھے جو لوٹ لئے گئے اور ضائع ہو گئے نیز آپ رضی اللہ عنہ نے زبدہ میں ایک ہزار اونٹ چھوڑے اور صدقات بھی چھوڑے۔‘‘

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

ترک ألف بعير ومائة فرس وثلاثة آلاف شاة ترعى بالبقيع. (۲)

’’آپ نے ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے اور تین ہزار بقیع میں چرتی ہوئی بکریاں چھوڑیں۔‘‘

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں روایات ملتی ہیں کہ انہوں نے اپنی وفات پر بہت سا مال چھوڑا تھا۔

۱۰۔ مال ذریعہ ہے منزل نہیں

مال کو انسانی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس طرح یہ نیکی اور بھلائی کے وسائل میں سے ایک وسیلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن اگر یہی مال اسلامی معاشی تعلیمات سے انحراف کرتے ہوئے حاصل کیا جائے تو شر بن جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ نیکی اور بھلائی کے ساتھ حاصل کیا ہوا مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ دنیا

(۱) ابنِ کثیر، البداية والنهاية، ۵: ۲۸۲

(۲) ابن کثیر، البداية والنهاية، ۵: ۲۴۸

میں عزت و احترام کا حصول ہوتا ہے، اخروی نجات کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور معاشی خوشحالی کے حصول کو ممکن بناتا ہے جبکہ اس کے برعکس غیر اسلامی طریقوں سے کمایا ہوا مال بدی، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، آخرت میں عذاب، دنیاوی ابتلاء، اختلاف، باہمی عناد اور جنگ و قتال کا باعث بنتا ہے۔

مذکورہ بالا حقیقت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ’’مال ایک ذریعہ ہے‘‘ اسے انسانی زندگی کا مقصد یا منزل نہیں سمجھنا چاہیے۔

۱۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے عیاں ہے کہ مال کو فضلِ الٰہی کہہ کر اس کی عزت افزائی کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ.[۱]

’’پھر جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرنے لگو۔‘‘

۲۔ اسی طرح فرمانِ رب العزت ہے:

وَتَرَى الْفُلْکَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَo[۲]

’’اور تُو اس میں کشتیوں (اور جہازوں) کو دیکھتا ہے جو (پانی کو) پھاڑتے چلے جاتے ہیں تاکہ تم (بحری تجارت کے راستوں سے) اس کا فضل تلاش کر سکو اور تاکہ تم شکرگزار ہو جاؤo‘‘

۳۔ کچھ اور مقامات پر قرآن مجید نے مال سے مراد خیر و بھلائی، راستہ اور ذریعہ لیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

کُتِبَ عَلَيْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَيْرَا جِ اِلْوَصِيَّةُ

(۱) الجمعة، ۶۲: ۱۰

(۲) فاطر، ۳۵: ۱۲

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ج حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ○ (۱)

''تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت قریب آ پہنچے اگر اس نے کچھ مال چھوڑا ہو، تو (اپنے) والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں بھلے طریقے سے وصیت کرے، یہ پرہیزگاروں پر لازم ہے○''

۴۔ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ○ (۲)

''اے رب! میں ہر اس بھلائی کا جو تو میری طرف اتارے محتاج ہوں○''

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

نعم المال الصالح للمرء الصالح. (۳)

''کتنا ہی اچھا مال ہے جو کسی نیک انسان کے پاس ہو۔''

۱۱۔ ضیاعِ مال کی ممانعت

مال کی قدر و منزلت بتا کر اسلام نے مال کو ضائع کرنے کی ممانعت بھی کی ہے۔ اسلامی تصورِ ملکیتِ مال اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ فرد کو اپنی ملکیت کو ضائع کرنے کا اختیار نہ دیا جائے کیونکہ ملکیت تو مالکِ حقیقی اللہ رب العزت کی ہے اور وہ فرد کے پاس اس کا فضل، خیر اور امانت ہے۔ لہٰذا امین کو امانت کے ضائع کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں، انسان کو حقِ ملکیت دینے کا مدعا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال کو اپنے مالک (اللہ رب العزت) کے منشاء اور ہدایت کے مطابق خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ قرآن

www.MinhajBooks.com

(۱) البقرة، ۲: ۱۸۰
(۲) القصص، ۲۸: ۲۴
(۳) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۹۷، رقم: ۱۷۷۶۳
۲۔ بخاري، الأدب المفرد: ۱۱۲، رقم: ۲۹۹

مجید نے اضاعتِ مال کو فساد سے تعبیر کیا ہے اور فساد اور فساد کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ○[(۱)]

’’اور جب وہ (آپ سے) پھر جاتا ہے تو زمین میں (ہرممکن) بھاگ دوڑ کرتا ہے تاکہ اس میں فساد انگیزی کرے اور کھیتیاں اور جانیں تباہ کر دے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتا○‘‘

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق مال کو ضائع کرنا ممنوع ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

۱۔ إن اللہ کرہ لکم ثلاثا: قیل وقال، وإضاعة المال، وکثرة السؤال.[(۲)]

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے: قیل و قال کرنا، مال ضائع کرنا اور کثرت سے سوال کرنا۔‘‘

۲۔ دوسرے مقام پر ہے:

کان ینهی عن قیل وقال، وکثرة السؤال وإضاعة المال ومنع وهات، وعقوق الأمهات ووأد البنات.[(۳)]

---

(۱) البقرة، ۲:۲۰۵

(۲) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب الزکاة، باب قول اللہ تعالی لایسألون الناس إلحافا، ۲:۵۳۷، رقم:۱۴۰۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأقضیة، باب النهي عن کثرة المسائل الحاجة، ۳: ۱۳۴۱، رقم:۵۹۳

(۳) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب الرقاق، باب ما یکره من قیل وقال، ۵: ۲۳۷۵، رقم: ۶۱۰۸

’’آپ ﷺ قیل و قال کرنے، بہت زیادہ سوالات کرنے، مال کو ضائع کرنے، خود نہ دینے اور دوسروں سے مانگنے، مال کی نافرمانی کرنے اور بچیوں کو زندہ دفن کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔‘‘

اس کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی (۶۳۱۔۶۷۷ھ) فرماتے ہیں:

إضاعة المال فهو صرفه في غير وجوهه الشرعية وتعريضه للتلف وسبب النهي إنه افساد والله لا يحب المفسدين ولأنه إذا أضاع ماله تعرض لما في أيدي الناس. (۱)

’’اضاعتِ مال سے مراد مال کو غیر شرعی طور پر صرف کرنا اور تلف بے جا کے حوالے کرنا ہے۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ (معاشرہ میں) بگاڑ پیدا کرنے کے مترادف ہے اور اللہ فساد پیدا کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ جب کوئی شخص اپنا مال ضائع کر دے گا تو کسی دوسرے کے مال پر قبضہ کرنے کی فکر میں لگ جائے گا۔‘‘

اس تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن مجید میں فساد کی جو ممانعت آئی ہے اس میں تلفِ مال کی ممانعت خود بخود شامل ہے کیونکہ تلفِ مال فساد پیدا کرنے کا موجب ہے۔

خلاصۂ بحث

متذکرہ بالا تمام تر بحث سے درج ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ انسان کو پاکیزہ اور حلال مال کمانے کی تلقین و ترغیب دی گئی ہے تاکہ وہ معاشی

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل الحاجة، ۳: ۱۳۴۱، رقم: ۵۹۳

(۱) نووي، شرح صحيح مسلم، ۱۲: ۱۰

میدان میں اپنی تکمیلِ ضروریات میں شرمندہ نہ ہو۔

۲۔ کمائے ہوئے مال کو روز مرہ کی جائز ضروریات پر خرچ کرنا چاہیے۔

۳۔ بخل اور اسراف و تبذیر سے اجتناب معاشی اور معاشرتی کامیابی کی منزل سے ہمکنار کرتا ہے۔

۴۔ مال کا کچھ حصہ بچا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

۵۔ مال کو ضائع کرنا معاشی بدحالی، معاشرتی شرمندگی، اور دیگر نفسیاتی پریشانیوں کا باعث ہوتا ہے۔

۶۔ مال زندگی کی آسائشیں اور ضرورتیں پورا کرنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ اسے زندگی کا نصب العین یا منزل قرار دیا جائے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت میں کامیابی کے حصول کا ذریعہ بنانا چاہیے۔

www.MinhajBooks.com